# پولیس اور نظام احتساب کے متعلق قانونی اور شرعی تحقیق

ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی

مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری انڈیا

## فرائض اور مختصر تاریخ:

کسی بھی طرز کی ریاست کے قیام کے لئے ناگزیر ہے کہ کچھ افراد اس کام پر متعین کئے جائیں کہ وہ ریاست کے احکام نافذ کریں اور اس امر کی دیکھ بھال کریں کہ لوگ ریاست کے نظم و نسق میں خلل نہ پیدا کریں۔ اور اس کے احکام جاریہ کی خلاف ورزی نہ کریں۔ جیسا کہ ''ڈی اے جرلنگ'' کہتے ہیں:

Some Kind of compulsion has always been necessary in the most primitive communities for securing effective observance of law and order.D.A.Girling; Everyman's Encyclopaedia.Vol.9, P. 645, Edition 1978 .

قانونی نظم و نسق کی بحالی کے لئے اور قانون کے مؤثر نفاذ کے لئے کسی نہ کسی قوت کی قدیم ترین معاشروں میں بھی ضرورت رہی ہے۔

All societies need some.means whereby order is maintained. In the smallest societies lacking written laws, informal sanctions discourage deviation. In Simplest forms of state organization the ruler has agents to enforce his decisions:.

(تمام معاشروں کی یہ ضرورت ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے نظم و نسق قائم رہے بلکہ ان سادہ معاشروں میں بھی جہاں کوئی تحریری قانون موجود نہیں ہوتا، غیر رسمی ہدایات کے ذریعہ قانون سے انحراف کو روکا جاتا ہے۔ بہر حال حکومت کی کوئی بھی سادہ سی ضرورت ہو، حکمران کو ایسے نمائندوں کی ضرورت ہے جو اس کے فیصلے نافذ کر سکیں)

## پولیس کے معنی اور ابتدائی تاریخ:

''پولیس کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ (Politia) سے بنا ہے جس کے معنی ریاست یا حکومت یا قائم شدہ نظام کے ہیں''۔

"Encylopaedia Britannica, Vol. 14 , P. 662.

(پولیس کی اصطلاح ہر چند کہ نئی ہے مگر شاید اس کا نشو و ارتقاء جرمن قبائل کے نسلی گرہوں (Kin groups of the Teutonic Tribes) سے ہوا ہے۔

جہاں تک جدید برطانوی اور امریکی پولیس کا تعلق ہے تو اس کی اصل بنیادیں ان دس مردوں کی جماعت (A group of ten free men Engkon Saxan Tithing) کے نام سے متعارف ہے جو نہ صرف باہم ایک دوسرے کے کردار پر نظر رکھتے تھے بلکہ غلط کارکون (قانون) کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے۔ (Everymen's Encyclopaedia, Vol. 9, Page 645.

''ٹی دھنگ'' جماعت کے بارے میں نوح ویبسٹر (Noah Webster) کہتے ہیں......

''دھی دھنگ قدیم انگلش قانون میں سول انتظامیہ کا ایک حصہ تھا جو بنیادی طور پر خاندان کے دس ذمہ دار افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کا ہر فرد ٹی دھنگ کہلاتا ہے۔ جو ایک کلیسیائی علاقہ کا افسر ہوتا تھا اور ہر سال منتخب کیا جاتا تھا۔ اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ عبادت کے دوران چرچ میں نظم و نسق قائم رکھے اور بدنظمی کے خلاف شکایت کرے۔ (Webster's New Twentleth Century Dictionary).

## صنعتی انقلاب کے بعد:

انگلستان میں اٹھارویں صدی تک ٹی دھنگ مین بلا تنخواہ منتخب ہوتا یا مقرر کیا جاتا تھا اور وہ ایک کلیسائی حلقہ کا کانسٹیبل قرار پاتا تھا مگر یہ نظام صنعتی انقلاب د(Industrial Revolution) اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی شہری آبادی میں اضافہ کا متحمل نہ ہو سکا۔ اس وقت نظم و نسق کی بحالی کی ذمہ داری اور قانون نافذ کرنے والی قوتیں اس قدر کمزور تھیں کہ وہ لندن اور دیگر علاقوں میں ہونے والے ان ہنگاموں اور ان کے درمیان واقع ہونے والے ان جرائم کی روک تھام بھی نہ کر سکیں۔ جو خود ریاست کے لئے خطرہ بن گئے تھے۔ اس کے نتیجہ میں وہ مرحلہ بھی آ گیا جب قانون نافذ کرنے کے لئے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور 1829ء میں میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ نافذ ہو گیا۔(Metropolitan Police Act) جس کے نتیجہ میں 29 ستمبر 1829 کو لمبے نیلے کوٹ اونچے ہیٹ والی پولیس کو ایک ہزار نفری پر مشتمل دستہ وجود میں آ گیا اور بعد ازاں صوبائی پولیس کے لئے بھی میٹروپولیٹن پولیس ہی نمونہ بن گئی۔ (County and Borough Police Act) کی رو سے جہاں اس امر کے لئے جسٹس متعین ہوئے کہ وہ تنخواہ یافتہ پولیس بھرتی کریں وہاں حکومتی کنٹرول کا بھی ایک ذریعہ میسر آ گیا۔

اگرچہ 1835ء سے واچ کمیٹیاں (Watch Committees) ہی کنٹرول کی ذمہ دار تھیں لیکن ۱۸۸۸ء تک کاؤنٹی پولیس جسٹس آف پیس (Justice of Peace) کے ماتحت ہوا کرتی تھی۔ ۱۸۸۸ء میں لوکل گورنمنٹ ایکٹ کے تحت اختیارات ہر کاؤنٹی کی

ایک سٹینڈنگ جائنٹ کمیٹی (Standing Joint Committee) کو تفویض کر دیئے گئے جس میں کاؤنٹی کونسلروں اور جسٹسوں کو مساوی نمائندگی حاصل تھی۔

۱۸۲۹ء اور ۱۸۳۵ء میں لارڈ بنگ (Lord Byng) اور لارڈ ٹرنچرڈ (Lord Trenchard) نے میٹرو پولیٹن پولیس کی تنظیم نو کی۔ پولیس کو کچھ اضافی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں مثلاً ٹریفک پٹرول کے فرائض وغیرہ۔ لارڈ ٹریمز کی اصلاحات کی روشنی میں افسران اعلیٰ کی تربیت کے لئے ایک پولیس کالج کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن اس تربیتی پروگرام پر تنقید ہوئی، اور اسے غیر جمہوری کہا گیا۔ اور جب ہنگاموں کے نتیجہ میں اس کالج کو بند کر دیا گیا تو جنگ عظیم دوئم کے بعد نہ کھولنے کا فیصلہ کیا گیا بہر حال پولیس افسران کی تربیت کے لئے ۱۹۴۸ء میں کالج قائم ہوا، جس میں پولیس کے اعلیٰ افسران کو تربیت دی جانے لگی۔

## جنگ عظیم دوم کے بعد:

جنگ عظیم کے بعد کے سالوں میں پولیس کے فرائض اور ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور پے در پے کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جس کے نتیجے میں پولیس کی کارکردگی متاثر ہوئی اور پولیس کی دستوری حیثیت اور اس کے انتظام وانصرام اور ذمہ داری اور فرائض کے تعین کے لئے اور یہ جائزہ لینے کے لئے کہ عوام کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہے ایک رائل کمیشن (Royal Commission) قائم کیا گیا۔ جس کی حتمی رپورٹ مئی ۱۹۶۲ء میں پیش کی گئی، اور اس میں پولیس میں باہمی تعاون بڑھانے، تعداد میں کمی کرنے اور پولیس کے خلاف کی جانے والی شکایات پر غور کرنے کا انتظام تجویز ہوا، اور یہ تجاویز انتظامی طور پر زیر عمل لائی گئیں۔ اس کمیشن کے نتیجہ میں پولیس ایکٹ ۱۹۶۴ء میں جو اہم تبدیلی عمل میں آئی وہ یہ تھی کہ پولیس کی عام کارکردگی کے بارے میں سیکرٹری آف اسٹیٹ (Secretary of State) کو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ قرار دیا گیا۔ (Everyman's Encyclopaedia, Vol. 9, Pages 645-647.

ہم نے اوپر برطانوی پولیس کے بارے میں مختصر سا تاریخی تعارف بیان کیا ہے جس سے برطانوی پولیس کا ارتقاء ظاہر ہوتا ہے۔ بعد میں برطانیہ عظمیٰ کی بین الاقوامی سیادت کے زیر اثر یہ نظام دنیا کے بیشتر ممالک میں نفوذ کرتا چلا گیا۔

اور جب جنگ عظیم دوم کے بعد اتحادیوں نے جرمنی اور جاپان پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے ان ممالک میں بھی اینگلو امریکن پولیس کے طرز پر پولیس کا نظام قائم کیا ہے۔

(International Encyclopaedia of the Social Sciences, Vol. 12 Page 175.

طبعی بات یہ ہے کہ پولیس کا یہی نظام ان تمام اسلامی ممالک نے بھی اپنا لیا جو کسی نہ کسی طرح مغربی سامراج کے زیر اثر رہے۔ اور برصغیر پاک وہند تو سو سال تک براہ راست تاج برطانیہ کا زیر نگیں رہا ہے۔ اس لئے یہاں انگریز نے فوج اور پولیس کی تشکیل و تنظیم

پر بہت توجہ دی اور دونوں اداروں سے اپنے سامراجی مقاصد کی تکمیل کرتا رہا۔

## پولیس کے فرائض:

جہاں تک پولیس کے فرائض کا تعلق ہے وہ دیگر اداروں کی طرح وسیع ہوتے رہے ہیں اور تنوع اختیار کرتے رہے ہیں۔ لیکن بہر حال نظم و نسق کا قائم رکھنا اور قانون شکنی کی روک تھام کرنا پولیس کا بنیادی فریضہ ہے۔

(Keeping order and arresting the people break the law.(World Book Dictionary, Page 1612 .

(جرائم کی روک تھام کے ساتھ جان و مال کی حفاظت بھی پولیس کا فریضہ ہے۔(Ibid.)

(It is the function of the police to be on the watch for antisocial conduct and to apprehend the offender as soon as possible.).(World Book Encyclopaedia, Vol .15, Page 546.)

(پولیس کا عمل یہ ہے کہ غیر سماجی کاروائی پر نظر رکھے اور مجرم کو جس قدر جلد ممکن ہو گرفتار کرے۔)

پولیس اپنے فرائض مختلف ممالک میں مختلف طریقوں سے انجام دیتی ہے پولیس کے ارکان راستوں اور سڑکوں پر گشت کرتے ہیں تا کہ جرائم کے واقع ہونے کی روک تھام ہو سکے اور لوگوں کو ان کی مشکلات میں مدد فراہم کر سکے۔ اسی طرح پولیس ذرائع مواصلات کو بلا مزاحمت اور بحفاظت جاری رکھنے کے لئے ان کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر کہیں کوئی خاندانی جھگڑا ہو اس میں بھی پولیس کو طلب کیا جاتا ہے اور کسی حادثہ یا کسی شخص کے گم ہو جانے میں بھی پولیس کی امداد طلب کی جاتی ہے۔ زلزلے، سیلاب، آگ لگ جانے یا کسی اور طرح کی مصیبت آجانے میں پولیس ستم رسیدہ افراد کو محفوظ مقامات پر لے جانے کا کام بھی انجام دیتی ہے۔

اوڈبلیو ولسن نے اپنی کتاب میں ایڈمنسٹریشن میں لکھا ہے۔

بحیثیت پولیس آفیسر میرا بنیادی فریضہ انسانیت کی خدمت ہے اور وہ اس طرح کہ میں لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کروں۔ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ وفریب میں آجانے سے بچاؤں۔ کمزوروں کو ظلم و ستم کا شکار ہو جانے سے محفوظ رکھوں۔ بد نظمی کو ختم کر کے پر امن حالات برقرار رکھوں اور تمام لوگوں کی آزادی مساوات اور انصاف اور دوسرے حقوق کا تحفظ کروں۔ (O.Willson, Police Administration (Ar.Translation Page. 3,4.)

میں مزید اضافہ کر رہی ہے۔(Everyman's Encyclopaedia, Vol. 9, Page 645.)

اوڈبلیو ولسن پولیس کے فرائض کی تلخیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''پولیس کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسی قوت اور شوکت کی بھی

ضرورت ہے جس کی مدد سے وہ مجرموں کے دلوں میں رعب پیدا کر سکے اور اس طرح لوگوں سے فوجداری قوانین اور دیگر تنظیمی قوانین کی پابندی کروا سکے۔

بہر حال پولیس کے فرائض کو چار عنوانات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ افراد میں ایسے میلانات پیدا ہونے کی روک تھام کرنا جو معاشرے کے خلاف ہیں اور مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

۲۔ مجرمانہ افعال کے واقع ہونے کا سد باب کرنا۔

۳۔ مجرموں کو گرفتار کرنا، مسروقہ مال کی بازیابی کرنا، اور مجرموں کے مقدمات تیار کر کے عدالتوں کے سامنے پیش کرنا۔

۴۔ حکومتی نظام کی حفاظت کرنا، آمدورفت کے قانون کی پابندی کروانا۔ اور دیگر خدمات انجام دینا۔ (O.Willson, Police Adminstration, (Arabic Tranclation), Page 3, 4.)

## شرطہ کے لغوی معنی:

''شرطہ'' کا لفظ ''شرط'' سے بنا ہے۔ اس کی جمع ''شروط'' اور ''شرائط'' ہے۔ اس سے شرطہ (پولیس) بنا ہے جس کی جمع ''شرط'' اور یا نسبتی کے ساتھ ''شرطی'' ہے۔

اولاً شرطہ مجاہدین کی اس جماعت کو کہا گیا جو جنگ میں ہراول دستہ کی طرح آگے بڑھتا اور اپنے اوپر یہ شرط عائد کر لیتا تھا کہ مر جائیں گے اور پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس طرح وہ جنگ میں جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ (لسان العرب، ۳۰۲/۹)

علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔

**"الشر طۃ نخبۃ الجیش التی تشھد الوقعۃ اولاً سموا بذالک لا نھم یشتر طون انفسھم للھلکۃ" . (الفائق فی غریب الحدیث ، ۲۳۸/۲)**

(لشکر کے وہ منتخب سپاہی جو میدان جنگ میں آگے آگے ہوں اور اپنے اوپر مرنے مارنے کی شرط عائد کر لیں۔)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

**"قال الازھری شرطۃ کل شئی خیارہ، ومنہ الشر طہ' لا نھم نخبۃ الجند وقیل ھم اول طائفۃٍ تتقدم الجیش وتشھد الوقعۃ".(۳)**

(ازہری کہتے ہیں کہ شرط کی معنی منتخب شے کے ہیں اسی لئے لشکر کے منتخب دستہ کو شرطہ کہا جاتا ہے اور یہ بھی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ لشکر میں دستہ آگے بڑھے اور جان کی بازی لگا دے وہ شرطہ کہلاتا ہے۔

اس مفہوم کی وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ فتح قسطنطنیہ کے بارے میں ہے کہ مسلمان رومیوں

سے مقابلہ کے وقت اپنے اوپر یہ شرط لگائیں گے کہ وہ صرف فتح یاب ہی ہو کر لوٹیں گے جب یہ جماعت مقابلہ کرے گی تو لڑتے رات آجائے گی دونوں فریق برابر رہیں گے ،اور کوئی بھی غالب نہ آسکے گا اور اپنے اوپر شرط لگانے والوں کی یہ جماعت فنا ہو جائے گی ۔(وتفسی الشرطۃ )(الفتح الربانی،۵/۲۹)

لین نے اس لفظ کی عمدہ وضاحت کی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

A thing which one has made a condition, you say, خذ شرطستک

Take thou that which thou hast made a condition. Also , and , شرط

, which is the pl.of the former. The cohoice men of the army:and such as compose the first portion of the army that that is present in the war or fight, and prepare for death; (the braves of an army;)

they are Sultan's choice men of the army; and the term 'شرط

'is applied in a trade, to a party making it a condition to die, and not return, unless Victorious: or this appellation, and شرط

which is a rare form, are applied to a body of soldiers; and the pl. is 'شرط

and the pl. is applied to the aids' اعوان

(here app. meaning guards)of the Sultan; ' also is applied to a well-known body of the aids' اعوان

(here meaning a armed attendants, officers, or soldiers,) of the prefects (of the police); pl.۔شرطه

are so called because they assumed to themselves signs or marks, whereby they might be known to the enemies:' صاحب الشرط

signifies. The Governor, or prefect (of the police, or) of a town, or city, or district, or province; to whom formerly pertained both religious and civil affairs;( )

(Lane: Arabic English Lexicon.)

## دورِ رسالت اور دورِ خلافت راشدہ میں پولیس:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد اور میثاق مدینہ کے وجود میں آجانے کے بعد ذات والا صفات ہی تمام اختیارات کا مرکز اور منبع تھی۔ آپ اس نوزائیدہ ریاست کے سربراہ بھی تھے۔ اور پوری دنیا کو فتح کرنے والی انقلابی فوج کے سپہ سالار بھی۔ آپؐ ایک نو بہ نو تشکیل پانے والے معاشرے کے مصلح قائد اور راہنما بھی تھے اور افراد معاشرہ کے معلم اخلاق اور مربی بھی۔ آپ منصف بھی تھے اور قاضی بھی۔

آپ نے وہ فرائض بھی انجام دیے اور صحابہ کرام سے ان کی تکمیل بھی کروائی جن کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ فرائض ہیں جو بعد کے ادوار میں پولیس کے پاس رہے۔ اگرچہ دورِ نبوت میں ان فرائض کی ادائیگی کو کوئی متعین نام نہیں دیا گیا اور نہ آپ کی نیابت میں اس کام کو انجام دینے والی کوئی مخصوص جماعت مقرر کی گئی۔

آپ نے حیات طیبہ میں کئی مرتبہ بازار کا گشت کیا اور فروخت کی جانے والی اشیاء کی جانچ پڑتال کی کہ وہ دھوکہ اور فریب ہی کے ساتھ تو فروخت نہیں کی جا رہی ہے۔

اس نوعیت کی ایک حدیث بھی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ **"عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل بيع طعاماً فسأله كيف يبيع فاخبره فاوحيى اليه ادخل يدك فيه فادخل يده فيما فاذا هو مبلول فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من غش." (الفتح الربانی ،۵۹/۵)**

(حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہا تھا، آپ نے اس سے نبھاؤ دریافت کیا اس نے بتایا، آپ کو وحی آئی کہ ہاتھ اندر ڈال کر دیکھیں۔ آپ نے ہاتھ اندر ڈالا تو وہ اندر سے گیلا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم سے نہیں ہے)۔

## مجرموں کی گرفتاری:

دورِ رسالت میں جب کوئی شخص کسی مجرم کا ارتکاب کرتا تو صحابہ کرام اسے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسی متعدد احادیث ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں کہ فلاں شخص نے ایسا کیا اور اسے پکڑ کر آپ کے پاس لایا گیا۔ ایک موقع پر آپ نے خود یہ الفاظ فرمائے کہ "فخذ وا علی یدلہ" اس کے ہاتھ پکڑ لو۔

**"عن انس بن مالك ان رجلا من اليهود قتل جارية من الانصار على حلى لهاثم القاها فى قليب وزضع راسها بالحجارة فاخذ فاتى به النبى صلى الله عليه وسلم فامر به ان يرجم حتى يموت فرجم حتى مات". (الفتح الربانی : ۳۴/۱۶).**

(حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کے زیور چھیننے کے لئے آسے قتل کر دیا اور پتھر سے اس کا سر کچل کر کنویں میں ڈال دیا۔ اسے پکڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ موت تک اسے سنگسار کیا جائے۔ چنانچہ اسے پتھر مارے گئے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔)

**"عن ابی شریع الخزاعی قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اصيب بدم اوخيل ، والخيل الجرح، فهو بالغيار بين احدى ثلاث اما ان يقتص اويا خذا العقل اويعفو فان ارادرابعة فخذوا على يديه فان فعل شياً ذالک ثم عد ابعد فله النار خالدا فيما مخلدا. (صحيح البخارى ، (الطلاق ، الاشارة فى الطلاق والامور)، ۲۷۷/۳ مسند احمد بن حنبل ۱۶۳/۳ الفتح الربانى ۳۴/۱۶).**

(ابوشریح الخزاعی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا کوئی شخص مارا گیا ہو یا زخمی ہوا ہو، اسے تین میں سے ایک بات کا اختیار ہے۔ کہ قصاص لے لے یا دیت لے لے یا معاف کر دے۔ اگر اس نے کسی چوتھی بات کا ارادہ کیا تو اس کے ہاتھ پکڑ لو۔ اور اگر اس نے ان میں سے کوئی بات کر لی اور پھر زیادتی کی تو وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جرائم کے الزام میں لوگوں کو محبوس بھی رکھا۔

## حبس کی سزا:

آپ نے قرض کی عدم ادائیگی اور اس میں ٹال مٹول پر حبس کا حکم فرمایا اور بعض جرائم پر خود ہی حبس کی سزا دی۔ البتہ ثبوت جرم سے پہلے محض الزام پر سزا اور مار پیٹ کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

**۱. "عن عمرو بن الشريد عن ابيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لى الواجد يحل عرضه وعقوبته قال ابن المبارک يحل عرضه يغلظ عليهم عقوبته يحبس له". (سنن ابى داؤد (اردو) ۱۱۰/۳)**

(حضرت عمرو بن شرید از والد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار آدمی کا قرض ادا نہ کرنا اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ ابن المبارک نے فرمایا کہ اس حدیث میں عزت کو حلال کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے برا بھلا کہا جائے اور سزا سے مراد سزائے حبس ہے۔

**۲. "عن بهزبن حكيم عن ابيه عن جده ان النبى صلى الله عليه وسلم حبس رجلافى تهمة". (سنن ابى داؤد (القضاء) ۱۱۰/۳ . جامع الترمذى (الحبس فى التهمة) ۱۴۰/۱ سنن النسائى (امتحان السارق) ۶۷/۸).**

(بہز بن حکیم از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت میں حبس میں رکھا۔)

**۳. "عن النعمان بن بشير رفع اليه نفرمن الكلا عيين ان حاكة سرقوامنا فحسبهم اياما ثم. خلى. سبيلهم فاتوه**

فقالو اخلیت سبیل ھوء لا ء بلا امتحان ولا ضرب فقال النعمان ماشئتم ان شئیتم اضربھم فان اخرج الله متاعکم فاذالک والا اخذت من ظھور کم مثله قالو اھذا حکمک قال ھذا حکم الله عزوجل ورسوله صلی الله علیه وسلم "۔ (سنن النسائی بشرح السیوطی (امتحان السارق بالضرب والحبس ، ۸/۶۶ سنن ابی داؤد فی الامتحان بالضرب ) ۳/۳۶۴)۔

نعمان بن بشیر کے پاس بنوکلاع کے کچھ لوگ اپنا مقدمہ لےکر آئے کہ جلاہوں نے ان کا سامان چوری کرلیا ہے۔آپ نے انہیں کچھ روز جس میں رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ یہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے انہیں بغیر آزمائش اور مار پیٹ کے چھوڑ دیا۔اس پر نعمان نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں انہیں ضرب کی سزا دوں۔ پھر اگر اللہ نے تمہارا سامان تمہیں دلوادیا تو درست ورنہ میں تمہاری پیٹھوں سے اس کا بدلہ لوں گا۔انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا فیصلہ ہے نعمان نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔)

۴۔"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسیروں کو مسجد کے ستون سے باندھ دینے کا حکم فرماتے تھے اور قاضی شریح غریم (نادھندہ مقروض) کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا حکم دیتے تھے۔(صحیح بخاری، بحاشیہ الہندی (صلاح ۷/۹۲)

بازار میں خرید وفروخت کے معاملات میں قانون کی خلاف ورزی پر برسر موقعہ سزا دی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ:

۵" لقد رأیت الناس فی عھد النبی صلی الله علیه وسلم یبتاعون جزافاً یعنی الطعام یضربون ان یبیعوه فی مکانھم حتی یؤوه رجالھم .(صحیح البخاری (بحاشیه السندی ،البیوع ) ۲/۱۶ )۔

(میں نے عہد نبوی میں دیکھا کہ لوگ غلہ اندازے سے خریدتے پھر اسے اگر اپنے ٹھکانے پر لے جانے سے قبل اسی جگہ فروخت کرتے تو انہیں مار لگائی جاتی)۔

## بعض اہم نکات:

احادیث کی تلاش وجستجو کے دوران متعدد ایسی احادیث سامنے آئی ہیں جن سے پولیس کے فرائض واثبات جرم اور اقبال جرم وغیرہ کے بارے میں بہت سے اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔اس طرح کی تمام احادیث کا اس مقام پر ضبط تحریر میں لانا تو ممکن نہیں ہے۔البتہ ہم بطور مثال چند واقعات واحادیث ذکر کرتے ہیں اور بعض واقعات کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

"حضرت ماعز اور غامدیہ کے زنا کے اعتراف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایسے سوالات کئے جن سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ ان کا اعتراف جنون یا کسی نفسیاتی دباؤ کے تحت نہیں ہے بلکہ وہ فی الواقع اعتراف جرم کرکے سزا پانا چاہتے تھے۔(سنن ابوداؤد، (الحدود)۳/۵۸۵(اردو)۔

ایک لڑکا جوکسی کے یہاں ملازم تھا وہ اپنی مالکہ کے ساتھ ملوث ہوگیا۔اس کا باپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔آپ

نے مقدمہ کی تمام تفصیل سننے کے بعد حضرت انیس کو حکم دیا کہ ملزمہ سے پوچھ گچھ کریں اور اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دیں۔
(سنن الدارمی (الاعتراف بالزنا) ۲/۹۸)۔

## قیس بن سعد بن عبادہ:

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ بن ولیم انصاری بہت جلیل القدر صحابی تھے عرب کے بہادر جری اور جنگی تدبیروں سے آشنا تھے۔
(الاستعیاب فی معرذ الاصحاب ۹/۱۷۰ ، (حاشیہ الاصابہ) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن سعد کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ محبوس کریں کسی کو ماریں اور کسی کو پکڑلیں۔
(تحفۃ الاحوذی ۱۰/۳۴۹).

چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض ہیں۔اس لئے حضرت انس بن مالک نے انہیں ''صاحب الشرط'' سے تشبیہ دی۔ چنانچہ روایت ہے کہ.....

''عن انس ان قیس بن سعد کان یکون بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ صاحب الشرطۃ من الامیر''.
(صحیح البخاری بحاشیہ السندی ۴/۲۳۶. تحففۃ لا حوذی ۱۰/۳۵۰ (المناقب ) کتاب الاحکام).

حضرت قیس بن سعد کے بارے میں حضرت انس کی مذکورہ حدیث سے اس امر کی وضاحت ہوگئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس کو ان کاموں کے لئے مقرر کیا تھا اور وہ آپ کی نیابت میں مجرموں کو گرفتار کرنے انہیں سزا دینے اور ضرب لگانے کی فرائض انجام دیتے تھے۔اگر چہ حیات طیبہ میں حضرت قیس کو ان فرائض کی انجام وہی کے لئے کوئی متعین اصطلاح وضع نہیں کی گئی تھی اور اس وقت ''شرطہ'' یا ''صاحب الشرطہ'' کے لفظ کا بھی اطلاق نہیں ہوا تھا بلکہ بقول حافظ ابن حجر یہ اصطلاح دور اموی میں متعارف ہوئی لیکن چوں کہ حضرت قیس نے وہ فرائض انجام دیئے جو بعد میں صاحب الشرط کے فرائض قرار پائے ۔اس لئے حضرت انس نے انہیں ''صاحب الشرطہ'' سے تشبیہ دی، اور فرمایا کہ اس کا منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ایسا تھا جیسا کہ کسی امیر کے یہاں صاحب الشرطہ کا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مجرموں کی گردن اڑانے کے لئے بھی بعض افراد مقرر کر دیئے گئے تھے۔اور حضرت زبیر، حضرت علی، مقداد بن الاسود، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت اور ضحاک بن سفیان کلابی اس خدمت کو انجام دیا کرتے تھے۔ (سیرۃ النبی ،۲۲/۷۸)۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے پاس تلوار لئے کھڑے رہے۔ (زادالمعاد ۱/۳۲، گوہر رحمان، اسلامی ریاست، ۳۰۶)۔

## عہد فاروقی:

حضرت عمر فاروق تاریخ عالم کے انتہائی مدبر، جز رس اور پیش بین حکمران تھے۔ انہوں نے اسلامی حکومت کی جس طرح تاسیس کی تھی اس میں بڑی جامعیت اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ریاست وحکومت کے ہر پہلو میں ایسے کارنامے انجام دیئے کہ تاریخ عالم میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

حضرت عمر پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے باقاعدہ فوج تیار کی، ان کے ناموں اوران کی تنخواہوں کے اندراج کئے۔ نظام عدل کی تاسیس کی، عدلیہ کا انتظامیہ سے جدا مستقل طور پر ترقی دی اور ''احتساب'' اور ''عس'' کا وسیع نظام قائم کیا۔ اس طرح حضرت عمر ہی پہلے خلیفہ ہیں جن کے عہد میں ''الشرط'' پولیس وجود میں آئی۔ جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دور خلافت میں زیادہ ترقی پائی۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعود جو حضرت عمر کے مقرر کردہ عامل تھے انہیں جب ایک جرم کی رپورٹ ملی تو انہوں نے فوراً الشرطہ کو مجرمین کے گرفتار کر کے لانے کے لئے روانہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا انتقال حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۶/ ۲۷، البدایۃ والنہایۃ ۷/۱۶۲)۔

**عن ابی وائل عن معیر السعدی قال خرجت اسقی فرسالی فی السحر فمررت بمسجد بنی حنیفة وهم یقولون ان مسیلمة رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتیت عبدالله بن مسعود فاخبر ته فبعث الشرطة فجاوابهم فاستتما بهم فتابوا فخلی سبیلهم وضرب عنق عبدالله بن النوا حة فقالوا اخذت قوماً فی امرٔو احد فقتلت بعضهم وترکتب بعضهم قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وقدم علیه هذا وابن اثال بن حجر فقال اتشهد ان انی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال النبی آمنت بالله ورسله ولو کنت قاتلاً وفداً لقلت کما قال فلذاقتلته "'. (مسند احمد بن حنبل ۱/۴۰۴، سنن دارمی ۲/۱۵۳، السیر).**

معیر السعدی سے مروی ہے کہ میں صبح سویرے اپنے گھوڑے کو پانی پلانے نکلا تو میرا گزر مسجد بنی حنیفہ سے ہوا، وہاں لوگ کہہ رہے تھے کہ مسلیمہ خدا کا رسول ہے۔ اس پر میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور انہیں بتلایا۔ انہوں نے شرطہ بھیجا اور وہ انہیں گرفتار کر کے لے گئے حضرت عبداللہ نے ان سے توبہ کرائی انہوں نے توبہ کر لی تو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اوران میں سے عبداللہ بن نواحہ کی گردن اڑادی۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ نے ایک ہی معاملہ میں کچھ لوگوں کو گرفتار کیا اوران میں سے کسی کو چھوڑ دیا اور کسی کو مار دیا۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ یہ شخص اور ابن اثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور جب آپ نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں رسول خدا ہوں تو ان دونوں نے کہا تھا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اللہ پر اوراس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اور اگر میں کسی وفد کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ اسی لئے

میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

''ابوشجرہ نامی ایک شخص جو مرتد ہو گیا تھا، حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے طلب حاجت کی۔ حضرت عمر نے اس کے سر پر کوڑے سے ضرب لگائی وہ بھاگ کر اپنی قوم میں واپس آیا اور کہا کہ میں عمر اور اس کی شرطہ سے بھاگ کر آیا ہوں۔ علامہ شبلی نعمانی الفاروق میں تحریر کرتے ہیں:

''پولیس کا صیغہ مستقل طور پر قائم ہو گیا تھا۔ اور اس وقت اس کا نام ''احداث'' تھا۔ چنانچہ افسران پولیس کو ''صاحب الاحداث'' کہتے تھے۔ بحرین پر حضرت عمر نے قدامہ بن مظعون اور حضرت ابوھریرہ کو مقرر کیا تو قدامہ کو تحصیل مالگذاری کی خدمت دی اور حضرت ابوہریرہ کو تصریح کے ساتھ پولیس کے اختیارات دیئے۔ (الفاروق ۱/۳۴)۔

عہد فاروقی میں بہت سی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر ان فرائض کو انجام دیتے رہے اور ان فرائض سے متعلق آپ نے وقتاً فوقتاً بڑی واضح ہدایات جاری فرمائی ہیں۔ اور بعض مقامات پر ایسے اصول ملتے ہیں جو آج کے پولیس کے نظام میں ترقی یافتہ اور جدید سمجھے جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت عمر نے یہ اصول بیان فرمایا کہ ''قاتلوں کو گرفتار کرلاؤ اور کوئی شخص انہیں پناہ نہ دے'' مجرم کو پناہ دینا بذات خود ایک جرم ہے اور حضرت عمر نے اس کی بڑی واضح الفاظ میں ممانعت فرمائی۔ حضرت عمر کے ہاتھ میں کوڑا رہتا اور اکثر اسے وہ بطور تنبیہ اٹھا لیا کرتے تھے۔

حضرت اُم ورقہ ایک بڑے رتبہ والی صحابیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے جہاد میں شرکت کر کے زخمیوں کی دیکھ بھال اور بیمار مجاہدوں کی تیمارداری کرنے کی درخواست کی اور تمنا ظاہر کی کہ شاید اس طرح مجھے درجہ شہادت نصب ہو۔ ان صحابیہ کے پاس ایک غلام تھا۔ اور ایک باندی انہوں نے ان دونوں کو مدبر کر دیا تھا۔ یعنی وہ دونوں آپ کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائیں گے۔

ان دونوں سے صبر نہ ہو سکا۔ اور ان کے مرنے کا انتظار نہ کر سکے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر مار دیا اور فرار ہو گئے۔ حضرت عمر نے اعلان فرمایا کہ ان دونوں کو کوئی پناہ نہ دے اور جہاں ملیں گرفتار کر کے لائیں۔ چنانچہ وہ پکڑ کر لائے گئے۔ آپ نے انہیں قتل کروا کر پھانسی پر لٹکوا دیا۔ پھانسی کی سزا بطور تعزیر دی کیونکہ انہوں نے اپنی محسنہ کو بے دردی اور بے رحمی سے قتل کیا تھا۔

ہم یہ روایت یہاں نقل کرتے ہیں:

''عن ام ورقة بنت عبدالله بن الحارث ان النبی الله کان یزروها کل جمعة وانها قالت یانبی الله یوم بدر آذا ذن فاخرج معک امرض مرضاکم واداوی جرحاکم لعل الله یهدی لی شهادة قال قری فان الله عزوجل یهدی لک شهادة وکانت اعتقت جاریة لها وغلاما عن دبر منها فطال علیها فغماها فی القطیفة حتی ماتت وهربا

**فاتی عمر فقیل له ان ام ورقة قتلها غلا مها وجاریتها وهربا فقام عمر فی الناس فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یزورام ورقة ویقول الطلقوا نزور الشهیدة وان فلانة جاریتها وفلا نا غلا مها غما ها ثم هر با فلا یووفیهما احد ومن وجد هما فلیات بهما فصلبا فکانا اول مصلونین ."** (الفتح الربانی ۲۱/۳۲)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔انہوں نے بدر کے موقعہ پر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں۔ آپ کے مریضوں کی تیمارداری کروں اور زخمیوں کی دوا کروں۔شاید اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے۔اس پر آپ نے فرمایا انتظار کریں اللہ آپ کو شہادت ہی نصیب فرمائے گا۔ان کی ایک باندی اور ایک غلام تھا انہوں نے دونوں کو اپنی موت کے بعد آزاد قرار دے دیا تھا۔انہیں ان کی موت کا انتظار طویل معلوم ہوا اور دونوں نے ان کو چادر میں لپیٹ کر گلا گھونٹ دیا اور وہ مر گئیں اور یہ دونوں فرار ہو گئے۔اس موقعہ پر حضرت عمر نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ سے ملنے جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ہم شہید کی زیارت کے لئے چلتے ہیں۔ان کی باندی اور غلام نے انہیں گلا گھونٹ کر مار دیا ہے اور فرار ہو گئے ہیں کوئی شخص ان دونوں کو پناہ نہ دے اور جس کو مل جائیں وہ پکڑ کر لے آئے آپ نے ان دونوں کو پھانسی دی اور یہ اسلام میں پہلے افراد تھے جنہیں پھانسی کی سزا دی گئی۔

حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ایک عورت ایک انصاری نوجوان پر فریفتہ ہوگئی لیکن وہ نوجوان اپنا دامن بچاتا رہا۔جس پر اس عورت نے یہ فریب کیا کہ انڈے کی سفیدی اپنے کپڑوں اور جسم پر لگائی اور چلائی ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور کہا کہ اس شخص نے مجھے رسوا کر دیا اور میرے اوپر غالب آ گیا۔جس کے اثرات میرے اوپر موجود ہیں۔اس پر حضرت عمر فاروق نے عورتوں سے پوچھ گچھ کی تو انہوں نے کہا کہ اس کے کپڑوں اور جسم پر منی کے نشانات ہیں۔اس پر حضرت عمر فاروق نے اس نوجوان پر سزا جاری کرنے کا ارادہ کیا۔جس پر وہ نوجوان گڑگڑانے لگا۔اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میرے معاملے میں تحقیق کر لیجئے۔میں نے کسی برائی کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔پہلے عورت نے ہی مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں ہر حال میں پاکدامن رہا۔اس پر حضرت عمر نے حضرت علی سے رائے طلب کی۔حضرت علی نے تیز گرم پانی منگوایا اور وہ کپڑوں پر لگی ہوئی سفید پر ڈالا اور اسے سونگھ کر دیکھا اور عورت کو بھی سرزنش کی تو اس نے بھی اپنے فریب کا اعتراف کر لیا۔

مذکورہ بالا واقعات جرم کے بارے میں پولیس تحقیق اور ماہر کی رائے "Expert opinion" اور کیمیائی تجزیہ حاصل کرنے کے بارے میں بہترین راہنمائی فراہم کرتا ہے۔اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق نے جرم کے وقوع کی تحقیق کی اور کپڑوں پر لگے ہوئے نشانات کے بارے میں حضرت علی کی ماہرانہ رائے طلب کی حضرت علی نے تجرباتی تحقیق کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ کپڑوں پر لگے ہوئے نشانات منی کے نہ تھے۔کیونکہ انڈے کی سفیدی پر گرم پانی ڈالا جائے تو وہ سکڑ جاتی ہے۔جب کہ انسانی منی پر گرم پانی ڈالنے سے بہہ

جاتی ہے۔اور اس کے ساتھ ہی حضرت علی نے اس عورت کو ڈرا دھمکا کر اس سے اعتراف جرم بھی کروالیا۔(الطرق الحکمۃ ،ص ۴۸)۔

حضرت عمر ریاست کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔لوگوں کے مصالح کی تکمیل کے لئے رات کو بیدار رہتے اور گشت کرتے تھے۔آپ نے رات کے وقت اس امر کے لئے کہ کوئی جرم واقع نہ ہو اور کوئی ضرورت مند اپنی کسی احتیاج سے پریشان نہ ہو۔باقاعدہ نظام عس کی بنیاد قائم کردی تھی۔

ایک دفعہ جب آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ابو محجن ثقفی اور ان کے احباب مے نوشی میں مشغول ہیں تو حضرت عمر ان کی گھر داخل ہوگئے۔بعد میں آپ کو علم ہوا کہ خبر درست نہیں تھی۔(مصنف عبدالرزاق ۲۳۲/۱۰،تفسیر القرطبی ۳۳۳/۱۶)۔

اور ایک مرتبہ آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ساتھ لے کر رات کے گشت پر نکلے اور ربیعہ بن امیہ بن خلف کے گھر پہنچے جو اس وقت شراب پی رہے ہیں حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا کہ کیا کیا جائے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا کہ یہ "لاتجسسو" کے حکم میں آتا ہے۔یہ سن کر حضرت عمر وہاں سے لوٹ آئے۔(مصنف عبدالرزاق ۲۳۱/۱۰، تفسیر القرطبی ۳۳۳/۱۶)۔

حضرت عمر نے شفاء بنت عبداللہ کو بازار کا عامل (نگران) بھی مقرر کیا تھا۔(الاستیعاب (علی ہامش الاصابہ) ۵۶/۱۳،موسوعہ فقہ عمر (درلفظ امارہ)۔

اور اسی طرح ایک عمر رسیدہ صحابیہ تھیں جن کا نام سمراء بنت نہیک اسدیہ تھا وہ بھی حضرت عمر کے زمانے میں کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتی تھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتیں اور اس پر لوگوں کو مارا کرتی تھیں۔(الاستیعاب ۱۳/ ۴۵ موسوعۃ فقہ عمر درلفظ امارہ)۔

## جیل خانہ کی ایجاد:

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ:اس صیغے میں حضرت عمر کی یہ ایجاد ہے کہ جیل خانے بنوائے ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانے کا نام ونشان نہ تھا۔اور یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔حضرت عمر نے اول مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا۔پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوئے۔علامہ بلاذری کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفے کا جیل خانہ نرسل سے بنا تھا۔اس وقت تک صرف مجرم قید خانے میں رکھے جاتے تھے اور جیل خانے میں بھیجوائے جاتے تھے۔

جیل خانہ تعمیر ہونے کے بعد بعض سزاؤں میں تبدیلی ہوئی مثلاً ابو محجن ثقفی بار بار شراب پینے کے جرم میں ماخوذ تھے تو اخیر دفعہ حضرت عمر نے اس کو حد کی بجائے قید کی سزا دی۔(الفاروق ۳۴۶،۳۴۷)۔

## حضرت علی کا دور:

حضرت علی کے زمانے میں الشرطہ نے زیادہ وسعت اختیار کرلی تھیں۔صاحب الشرطہ ہر وقت حاضر رہتا اور شب وروز میں ہر وقت آپ

کے احکام کی تنفیذ کے لئے تیار رہتا تھا۔(عبدالمنعم صالح العلی ، دفاع عن ابی هریره ۱۸۵ بغداد ، الطبعته اولا ولیٰ ۱۹۷۳ء).
قیس بن سعد بن عبادہ جو حضرت انس کے بقول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صاحب الشرطہ کے درجہ میں تھے، انہیں حضرت علی نے مصر میں اپنا عامل مقرر کیا تھا۔ قیس بن سعد بن عبادہ حضرت علی کے عہد میں امیر لشکر بھی رہے۔ ان کے پاس الشرطہ کے نام سے بارہ ہزار نفری پر مشتمل ایک نیم عسکری دستہ تھا۔ جو عسکری مہمات کے علاوہ پولیس کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ یہ دستہ ان کے پاس حضرت علی کی وفات کے بعد بھی باقی رہا۔(تهذیب التهذیب ۳/۱۷۷، ۴/۳۳۱).
ایک صاحب خلاس بن عمرو البصری اور شریح ہانی المذحجی بھی حضرت علی کے والی شرطہ تھے۔(تهذیب التهذیب ۳/۱۷۷، ۴/۳۳۱).
حضرت علی کے زمانے میں ''عامل شرطہ'' کی اصطلاح بھی وجود میں آگئی تھی۔ اورانہوں نے عامل شرطہ کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ میں تمہیں وہ کام سپرد کر رہا ہوں جو رسول اللہ نے میرے سپرد کیا تھا کہ میں بت اور مجسمے توڑ ڈالوں اور قبریں برابر کر دوں۔

**''عن حنش الكناني عن علي انه بعث عامل شرطة فقال له اتدري على ما ابعثک على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان انعت كل يعنى صورة وان اسوى كل قبر''. (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۵۰).**
(حنش الکنانی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے اپنے عامل شرطہ کو روانہ کیا اور ان سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے فرض کی ادائیگی کے لئے بھیج رہا ہوں جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ کہ میں تمام مجسمے اور بت)۔توڑ ڈالوں اور قبریں برابر کردوں)۔

**''عن كعب بن علقمة حدثني مولى لعقبة بن عامر قلت لعقبة بن عامر ان لنا جيرانا يشربون الخمر قال استر قال ما استر عليهم اريدان اذهب اجيني بالشرطة عليهم قال فقال له عقبة ويحک مهلا عليهم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم من راى عورة فسترها كان كمن استحيا موردة من قبرها .'' (سنن ابی داؤد .(الستر على المسلم) ۴/۱۴۶، ۲۵۳).**
کعب بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عقبۃ بن عامر کے مولیٰ نے بیان کیا کہ میں نے عقبہ بن عامر کو بتایا کہ ہمارے پڑوسی شراب پی رہے ہیں انہوں نے کہا کہ ان کی پردہ پوشی کرو، مولی نے کہا میں پردہ پوشی نہیں کروں گا بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ شرطہ کو بلا کر لاؤں۔ عقبہ نے کہا برا ہو تیرا۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی کا عیب دیکھا اور پھر اس کی پردہ پوشی کی وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ کسی نے زمین میں زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو اس کی قبر سے زندہ اٹھا دیا۔
ایک نوجوان نے حضرت علی کے پاس شکایت کی کہ فلاں فلاں لوگ میرے والد کو لے کر تجارتی سفر پر روانہ ہوئے تھے وہ خود تو واپس آگئے ہیں مگر میرا باپ واپس نہیں لائے میں نے ان سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ راستے میں مر گیا۔ میں

نے ان سے اس کے مال کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا ہے۔حضرت علی نے اسی وقت پولیس کا دستہ منگوایا اوران میں سے ہرایک شخص کودو پولیس والوں کے سپرد کردیا اورانہیں حکم دیا کہ ان میں سے کسی کوایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جائے اورنہ باتیں کرنے دیں پھراپنے کاتب کوبلوایا کہ وہ اس مقدمے کی کاروائی لکھتا جائے۔پھرحضرت علی ان میں سے ہر ایک کوبلواکرتحقیق کرتے رہے کہ یہ شخص کس دن تمہارے ساتھ روانہ ہواتھا؟ کہاں کہاں تم ٹھہرے تھے؟ کس بیماری میں مراتھا؟ کس نے غسل دیا تھا؟ کس نے نماز جنازہ پڑھائی تھی؟ کس نے دفن کیا تھا؟ اوراس کے مال واسباب کا کیاہوا؟ ہرشخص سے فرداًفرداًاسی طرح تفتیش کی گئی۔اورساتھ ہی حضرت علی ہرایک کہتے تھے۔کہ سچ بول کرہی تمہاری جان بچ سکتی ہے۔اس ساری کاروائی کے بعدحضرت علی نے انہیں قید میں بھیجنے کاحکم دے دیااور بلندآواز سے حضرت علی اورموجودسب لوگوں نے اللہ اکبر کہا جس سے باقی سب لوگوں کو یہ تاثر ہوا کہ ہمارے ساتھی نے اقرار کرلیا ہے۔غرض اسی طرح حضرت علی نے سب سے اقرار کرالیااوران سب سے مقتول کی دیت بھی وصول کی اوراس کامال بھی واپس لیا۔(الطرق الحکمیه ص ۴۹ /۴۸).

حضرت علی کے زمانے میں پولیس کی موجودگی پرایک اور واقعہ سے بھی نشاندہی ہوتی ہے۔اس واقعہ میں پولیس کے لئے ''عس'' کالفظ استعمال ہوا ہے۔واقعہ کی نوعیت اس طرح ہے کہ حضرت علی کے زمانے میں ایک شخص کوایک غیرآبادمکان سے اس طرح گرفتار کیا گیا کہ اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی اورایک مقتول کی لاش اس کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔جب اس قتل کہ بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ قتل میں نے کیاہے۔لوگ اسے قتل کرنے کے لئے لے جانے لگےتوایک شخص دوڑتا ہوا آیااور کہا اے لوگوجلدی نہ کرو۔اور حضرت علی کے پاس لے چلو۔حضرت علی کے پاس جاکراس دوسرے شخص نے کہا کہ مقتول کواس شخص نے قتل نہیں کیا بلکہ میں نے قتل کیا ہے۔اس پرحضرت علی نے پہلے شخص سے پوچھا کہ تم نے یہ کیسے کہا کہ تم نے قتل کیاہےاورتم نے اپنے آپ کوقاتل کیوں بنایا۔اس نے کہا کہ دراصل میں قصاب ہوں۔صبح سویرے میں نے گائے ذبح کی اوراس کی کھال اتارنے لگا۔اسی دوران مجھے پیشاب کی شدت محسوس ہوئی تومیں اس ویرانے میں پیشاب کرنے چلاگیا۔

پیشاب کرکے دیکھا کہ لاش پڑی ہوئی ہےاورمیرے ہاتھ میں اسی طرح خون آلودچھری تھی۔میں پریشانی کی حالت میں یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ پولیس (عس) پہنچ گئی۔میں نے محسوس کیا کہ اب میری کوئی بات نہیں سنی جائے گی تو میں نے قتل کااعتراف کرلیا۔

(الطرق الحکمیه،ص ۵۵).

## عہداموی میں شرطہ:

مسلح لوگوں کاوہ دستہ جس سے خلیفہ یاولی امن وامان قائم رکھنے،نظم ونسق،بحال رکھنےاور جرائم پیشہ اورفساد پیدا کرنے والے لوگوں کو گرفتار کرنے کاکام دیتا ہےاس کے علاوہ ان کے کچھ فرائض بھی تھے جن کامقصودلوگوں کی حفاظت اوران کے اطمینان کاحصول تھاان کو

شرطہ اس لئے کہا گیا کہ ان کے لباس پر کچھ علامتیں لگی ہوتی تھیں جن سے یہ پہچانے جاتے تھے۔
رات کے وقت شہریوں کی حفاظت اور ان کی چوکیداری کا نظام سب سے پہلے حضرت عمر نے قائم کیا۔ حضرت علی کے زمانے میں شرطہ کی باقاعدہ تنظیم ہوئی اور اس کے سربراہ کا نام صاحب الشرطہ تجویز ہوا۔ شرطہ کا یہ قائد اس وقت کسی ایسے آدمی کو مقرر کیا جاتا تھا جو لوگوں میں ممتاز صاحب خاندان اور قوت والا ہو۔ یہ امن وامان قائم رکھنے میں اس مسلح جماعت کے سربراہ کے فرائض انجام دیتا تھا۔ جو امن وامان کے قائم رکھنے میں خلیفہ یا ولی کی امداد کرتی تھی۔ اولاً شرطہ عدلیہ کے ماتحت تھا اور عدالتی فیصلوں کو نافذ کرنا اور حدود جاری کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔ لیکن بعد میں یہ محکمہ قضا سے علیحدہ ہو گیا اور صاحب الشرطہ کا کام جرائم کی روک تھام قرار پایا۔
دور عباسی اور اندلس کے اموی دور میں حدود کا اجراء بھی صاحب الشرطہ کی ذمہ داری تھی۔
(جرحی زیدان ،تاریخی التمدن الاسلامی ، ۱/ ۲۴۳).
۲۰ھ میں جب اہل عرب نے مصر فتح کر لیا تو اس وقت فسطاط شہر میں پولیس موجود تھی۔ (تاریخ الاسلام ، ۱/ ۶۰).
ہشام بن عبدالملک (۱۰۵۔۱۲۵) نے ایک محکمہ "نظام الاحداث" کے نام سے قائم کیا تھا۔ اس محکمہ کا سربراہ کئی ایک ذمہ داریاں انجام دیتا تھا۔ اور ایسے عسکری فرائض بجالاتا تھا جو امیر لشکر اور شرطہ کے درمیان امور وسط متصور ہوتے تھے۔
۱۲۳ھ میں صاح بن علی نے ایک فوجی چھاؤنی قائم کی اور اس کے ساتھ ہی شاہی شرطہ کے لئے ایک علیحدہ مرکز قائم کیا اور اس کا نام دارالشرطۃ العلیا رکھا۔ اسی طرح اس نے الفسطاط میں پولیس مرکز قائم کیا جو دارالشرطۃ السفلی کہلایا۔ غرض اس طرح اس کے دور میں شرطہ کی دو قسمیں ہو گئیں۔

۱. الشرطة السفلی. جس کا مرکز الفسطاط تھا۔
۲. الشرطة العلیا. جس کا مرکز فوجی چھاؤنی تھا۔ (تاریخ الاسلام ، ۱/ ۴۶۲).

بنی امیہ کے عہد ہی میں اندلس میں اس محکمہ کی عظمت بڑھ گئی تھی اور وہاں اس کے دو شعبے بنا دیئے گئے تھے۔

الشرطه الکبری. (بڑی پولیس)۔
الشرطه الصغیر. (چھوٹی پولیس)۔

اس طرح پولیس کے دو محکمے وجود میں آ گئے۔ بڑا محکمہ اور چھوٹا محکمہ۔ اور ان کی یہ تقسیم ان کے اختیارات کی تقسیم اور فرق کی بناء پر تھی۔ چنانچہ الشرطۃ الکبریٰ کے اختیارات معززین شہر، عوام اور ان تمام طبقوں پر محیط تھے۔ جن کا کسی طرح اقتدار اور حکومت سے تعلق ہو۔ یہ محکمہ افسران اور کارکنان حکومت کے اعمال پر بھی نظر رکھتا اور ان کی بدعنوانیوں کی روک تھام کرتا تھا۔ اس محکمہ کے اعلیٰ افسر کی کرسی شاہی محل کے دروازے کے پاس رکھی جاتی تھی اور لوگ بنچوں پر اس کے سامنے بیٹھتے تھے اور اس کی اجازت ہی سے وہاں سے ہٹتے تھے۔ یہ عہدہ حکومت کے بڑے بڑے لوگوں ہی کو ملتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ وزارت وحجابت کا پیش خیمہ یا نشانی ہوتا تھا۔

(مقدمہ ابن خلدون،۲/۳/۷(اردو)انگریزی ترجمہ۲/۳۷،۳۸)۔

## دورعباسی میں شرطہ(پولیس):

عباسی عہد میں نظام شرطہ زیادہ وسعت اختیار کر گیا اور عباسی عہد کے اہم اداروں میں متصور ہونے لگا۔(تاریخ الاسلام ۲/۱/۷۲).
پولیس افسر بعض معاملات میں فوج کے سربراہ کے ماتحت ہوتا۔اس کا فریضہ یہ تھا کہ شروع ہی سے جرائم کی تمام تفصیلات کی تحقیق کرے اور اس کے بعد سزائیں جاری کرے۔شریعت (قضا) میں الزامات پر غور اس لئے کیا جاتا ہے۔کہ مجرموں کو ثبوت جرم کے بعد سزائیں دی جائیں اور سیاست (انتظامیہ) میں اس کا مقصود جرائم کی پوری تحقیق اور قرآئن کی موجودگی میں مجرموں سے ڈرا دھمکا کر جرائم کا اقرار کرائے اور عام مصلحت پر عمل کیا جائے۔لہٰذا وہ حاکم جو تحقیقات کا ذمہ دار ہوتا اور اس کے بعد قرار واقعی سزائیں دیتا اور قاضی کے فیصلوں پر عمل کراتا۔''صاحب الشرطہ'' کہلاتا تھا۔کبھی یہ صاحب الشرطہ قصاص وتعزیرات کے معاملہ میں خود ہی ذمہ دار ہوتا اور قاضی کے ماتحت نہیں ہوتا تھا۔(تاریخ الاسلام ۲/۱/۷۲).
افریقہ میں پولیس کے سربراہ کو''حاکم (MAGISTRATE) کہا جاتا تھا جب کہ اسپین میں''صاحب المدنیہ (TOWN CHIEF) نام تھا اور مصر میں ترکوں کی حکومت میں اسے''والی''(GOVERNOR) کہتے تھے۔(مقدمہ ابن خلدون ،۲/۲/۷).
الماوردی نے پولیس کے فرائض الولایۃ علی حروب المصالح کے عنوان کے تحت بیان کئے ہیں۔(مقدمہ ابن خلدون ۲/۲/۷، (انگریزی ترجمہ): ۳۵).
صاحب الشرطہ کسی ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا تھا جو قوم میں ممتاز حیثیت اور عصبیت اور قوت والا ہو۔بہر حال''صاحب الشرطہ'' کا کام یہ تھا کہ وہ امن وامان قائم رکھتا اور قانون شکنی کرنے والوں اور بدنظمی پیدا کرنے والوں کو گرفتار کر لیتا تھا۔(الماوردی ،الاحکام السلطانیہ ص ۵۵).

## شرطہ کے دو محکمے:

۱۳۲ھ میں مصر میں الشرطہ کے دو محکمے وجود میں آ گئے......

الف: الشرطہ السفلی

ب: الشرطۃ العلیا

جوہر صقلی نے مصر فتح کرنے کے بعد''الشرطہ العلیا'' کو فوجی چھاؤنی سے منتقل کر کے قاہرہ میں اس کا مرکز بنا دیا۔ابن وقاق نے بیان کیا ہے کہ جس روز جوہر مصر پہنچا اسی روز''صاحب الشرطہ'' کا انتقال ہو گیا تو جوہر نے یہ فریضہ جیر کے سپرد کیا۔البتہ''دارالشرطۃ السفلی'' اسی طرح فسطاط میں رہا اور یہ محکمہ عروقہ بن ابراہیم اور شبلی معرضی کے سپرد ہوا۔

## اندلس کا نظام شرطہ:

اندلس میں شرطہ کا ادارہ پہلے ہی خاصی ترقی کر چکا تھا اور الشرطۃ الکبریٰ اور الشرطۃ الصغریٰ کے نام سے دو محکمے قائم ہو چکے تھے جب عبدالرحمٰن الناصر حکمران ہوا تو اس نے الشرطۃ الوسطیٰ کے نام سے ایک تیسرے محکمہ کی داغ بیل ڈالی۔ جس کا فریضہ یہ مقرر ہوا کہ وہ متوسط طبقوں یعنی تاجروں اور کارخانے داروں اور قابل عزت پیشے والے اساتذہ اور اطباء وغیرہ کے معاملات کی نگرانی کرے۔ اپنے عہد میں عبدالرحمٰن الناصر نے یہ عہدہ سعید بن حریر کے سپرد کیا تھا۔

المقری کہتے ہیں کہ اندلس میں صاحب الشرطہ کو 'صاحب المدینہ' اور صاحب اللیل'' بھی کہا جاتا تھا۔ اور بعض ادوار میں اس کا مرتبہ اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ بغیر بادشاہ کی اجازت کے اس شخص کو قتل کروا سکتا تھا جس کا قتل لازم ہو چکا ہو۔ وہ زنا، مے نوشی، کی حدیں جاری کرتا اور بہت سے شرعی امور میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

صاحب الشرطہ کے ان اختیارات کا استعمال عادت بن چکا تھا۔ اور انہیں قاضی (عدلیہ) کی رضامندی بھی حاصل تھی لیکن بہرحال عدلیہ کا مقام ان کی بہ نسبت زیادہ بلند اور قابل احترام تھا۔ (تاریخ الاسلام ۲۰/ ۲۶۴ . ۲۷۱).

اندلس میں نظام عسس بھی موجود تھا جس کو دارین کہا جاتا تھا اندلس کے شہروں میں گلیاں ہوتی تھیں جن کے دونوں طرف دروازے ہوتے۔ نماز عشاء کے وقت یہ دروازے بند کر دیے جاتے اور پولیس کا آدمی گلی کی حفاظت کرتا۔ اس کے ساتھ ہی ہر دروازے پر بھی جلا رہتا تھا۔

## اندلس کا نظام اور مصارف:

الشرطہ کا نظام بہت اہم انتظامی اداروں میں سے ایک تھا۔ اس ادارہ کا سربراہ کسی صاحب حیثیت اور مضبوط شخص کو مقرر کیا جاتا ہے۔ نظم ونسق کی حفاظت اور جرائم پیشہ لوگوں اور فساد اور بدانتظامی کرنے والوں کی نگرانی اس ادارہ کی ذمہ داری تھی۔ ابن خلدون بیان کرتے ہیں کہ عباسی دورِ حکومت میں شرطہ کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ جرائم سے متعلق تحقیقات کرتا اور اس کی پوری تفتیش کرتا اور حدود کا نفاذ عمل میں لاتا اور قرآئن اور حالات کی مناسبت سے جبر کر کے اقرار حاصل کرتا۔ غرض حدود اور فوجداری جرائم کی دیکھ بھال شرطہ کی ذمہ داریاں تھیں۔

صاحب الشرطہ کا مرکزی مقام دارالسلطنت ہوتا اور ہر شہر میں اس کا ایک نائب متعین ہوتا جس کی ذمہ داری ہوتی کہ امن وامان قائم رکھے۔ نظم ونسق بحال رکھے۔ اور قاضی اور محتسب کے کام میں ان کی مدد کرے اور ان کے احکامات پر عمل درآمد کرائے رات کی چوکیداری کے فرائض انجام دے۔

حکومت شرطہ کے لوگوں پر بڑی توسع کے ساتھ صرف کرتی تھی۔ انہیں بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں۔ حتیٰ کہ بغداد کے صاحب الشرطہ کی تنخواہ وہاں کے ولی کے برابر ہوتی تھی۔ اور مرکزی حکومت میں دارالسلطنت کے نظم ونسق کی حفاظت کی ذمہ داری صاحب الشرطہ کی ہوتی

تھیں۔اولاً شرطہ قضاۃ کے تابع تھی اور اس وقت شرطہ کا کام مجرموں کو گرفتار کر کے ان پر حدود جاری کرنا اور قاضی کے فیصلوں کو نافذ کرنا ہوتا تھا۔لیکن بعد میں شرطہ کے ادارہ کو قضاۃ سے علیحدہ کر کے والی کے ماتحت کر دیا گیا اور ہر طرح کے جرائم کی تفتیش اس کی ذمہ داری قرار دیا گیا۔(تاریخ الاسلام ۲۷۸/۳).

جو شہر اپنی اہمیت کے لحاظ سے کسی عامل یا خلیفہ کے نمائندہ کا مرکز قرار پاتا وہاں شرطہ کا بھی ایک دستہ مقرر کیا جاتا تھا۔اور ان کے علاوہ وہ چھوٹے شہروں میں پولیس کی ایک جماعت ہوتی جس کا نام معونہ ہوتا اس کے افراد بھی وہی فرائض انجام دیتے جو شرطہ انجام دیتا تھا۔اس کے سربراہ کو عام طور پر صاحب المعونہ اور مصر میں والی الاحداث والمعاون کہتے تھے۔اپنے ماتحت علاقے کی نگرانی وانتظام اور جرائم کی روک تھام کے لئے راتوں کو گشت لگاتے۔(الحسطظ المقریزیه، ۲).

جس شہر میں والی یا امیر کا قیام ہوتا وہاں قیام امن کی ذمہ داری صاحب الشرطہ کی ہوتی جب کہ دوسرے شہروں میں یہ فریضہ صاحب المعونہ انجام دیتا تھا۔ (الحضارۃ الاسلامیه، ۲۷۹/۲).

بہر حال جرائم کی تحقیقات کرنا الشرطہ کا اہم فریضہ تھا۔اور عموماً مجرم کو سزا دینا بھی ان کے فرائض میں داخل ہوتا تھا۔اس کا فیصلہ عادۃ جاریہ (عرف) کے مطابق ہوتا تھا۔اس کے مقابلے میں قاضی اور محتسب اپنے فیصلے شرع کے مطابق کرتے تھے۔صاحب الشرطہ کا حلقہ اقتدار قاضی کے حلقہ اقتدار سے وسیع تر ہوتا تھا۔اور ماتحت افسروں کی دی ہوئی اطلاع پر مظلوم کی فریاد کا انتظار کئے بغیر از خود تحقیقاتی کاروائی شروع کر سکتا تھا لیکن قاضی کو یہ اختیار نہ تھا۔اور مشتبہ اشخاص کو قید کرنے اور ان سے اعتراف جرم کرانے کے لئے ان پر سختی کرنے کا بھی اختیار تھا۔(اس کے باوجود کہ جبری اقبال واقرار شرعاً نا جائز ہے۔) (ابویوسف (کتاب الخراج) ص ۱۰۷).

اس کے علاوہ وہ ذمی کی اور دیگر ایسے لوگوں کی شہادت بھی لے سکتا تھا جن کی شہادت محکمہ قضاۃ میں قابل سماعت نہیں ہے۔اسی طرح وہ ایسے مظالم کے خلاف بھی شکائتیں سن سکتا تھا جن کے لئے حدود موجود ہیں یا خاص سزا مقرر ہے جو لوگ صاحب الشرطہ کے عہدے پر مامور ہوتے تھے وہ اکثر اپنے مظالم اور بددیانتی کے لئے بدنام ہوتے تھے۔(اردو دائرہ معارف الاسلامیہ (زیر مادہ شرطہ)۔

## چوتھی صدی ہجری:

چوتھی صدی ہجری میں علمائے شریعت شرطہ کے اعمال پر اثر انداز ہوئے اور انہوں نے شریعت کی روشنی میں ''شرطہ'' کے کردار کو منضبط کرنا چاہا۔ان کی مساعی کے نتیجہ میں خلیفہ مقتدر نے عین طولونی کو جو بغداد کا صاحب الشرطہ تھا،حکم دیا کہ فقہاء کی مجالس میں لوگوں کی دادرسی کی جائے اور وہ ظلم وستم کے ہر معاملہ کی دیکھ بھال کریں اور اس کے بارے میں فتویٰ دیں۔چنانچہ اس کام کے لئے فقہا مقرر ہوئے جو اصحاب الشرطہ کی کارکردگی کی نگرانی کرتے تھے تاکہ ان کا طرز عمل شریعت کے مطابق رہے۔

اسی طرح خلیفہ حاکم نے پولیس (شرطہ) کے نظام میں یہ اصلاح کی کہ ہر پولیس اسٹیشن پر دو عادل گواہ موجود رہیں اور جس مجرم کو کوئی

سزادی جائے وہ ان کی توثیق کے بعد دی جائے۔ بہر حال مذکورہ بالا دونوں اصلاحات زیادہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ (الحضارۃ الاسلامیہ (عربی ترجمہ) ۱/ ۲۲۸)۔

۳۲۹ھ میں صاحب الشرطہ اور قاضی میں اختصاص (JURISDICTION) کا اختلاف پیدا ہوا۔ کیونکہ صاحب الشرطہ نے کوئی ایسا حکم دیا تھا جو اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا۔ قاضی نے اس کے حکم پر اعتراض کیا۔ لیکن وزیر نے مداخلت کرتے ہوئے یہ کہا کہ دونوں محکموں کو ایک دوسرے پر اعتراض کا اختیار نہیں ہے۔

بہر حال چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک قاضی نے اصحاب الشرطہ کو شریعت کے معاملات میں بولنے سے منع کر دیا اور خلیفہ کی طرف سے حکم جاری ہوا کہ آئندہ مظالم کے مقدمات کی سماعت بھی قاضی کے دائرہ اختیار میں ہوگی۔ (الحضارۃ الاسلامیہ ۱/ ۲۲۸).

## مکتفی باللہ کے زمانے کا ایک واقعہ:

مکتفی باللہ کے زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ چوروں نے بہت بڑی مالیت کا سامان چرایا جس کی رپورٹ خلیفہ کو بھی دی گئی۔ خلیفہ نے صاحب الشرطہ کو حکم دیا کہ کسی طرح چوروں کا پتہ لگایا جائے۔ چنانچہ اس نے شب و روز اس واقعہ کی تحقیق کے لئے گشت شروع کی۔ گشت کے دوران اس کا ایک گلی سے گزر ہوا جو آگے سے بند تھی اور جس کے مقیم کچھ زیادہ خوشحال نہ تھے اور اس گلی میں مچھلیوں کے چھلکے بہت کثیر تعداد میں پڑے ہوتے تھے۔ اس نے اندازہ لگایا اور پتہ کیا کہ یہ تقریباً ایک انبار مچھلیوں کے چھلکے ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس کو شبہ ہوا اور اس نے اپنی پولیس کے دستہ میں سے ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر اس گلی کے حالات کی تحقیق کرے۔ اس نے جا کر ایک دروازہ کھٹکھٹایا جس میں سے ایک عورت باہر آئی۔ پولیس کے آدمی نے اس سے کہا کہ میں بہت پیاسا ہوں مجھے پانی پلائیں، وہ پانی پیتا جاتا تھا اور اس عورت سے ایسے سوالات کرتا تھا جس سے اس چوری کے واقعہ پر روشنی پڑے۔ اس عورت نے بیان کیا ہے سامنے کے گھر میں پانچ نوجوان تاجر آکر ٹھہرے ہوئے ہیں جو دن کو سارا دن گھر میں رہتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اور شطرنج کھیلتے ہیں اور رات کو کر کھر میں موجود اپنے مکان میں چلے جاتے ہیں۔ اس پر صاحب الشرطہ کو یقین ہو گیا کہ وہی چور ہیں، چنانچہ اس نے پولیس کا دستہ مکان کے گردونوح میں چھپا دیا اور جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو اچانک ان کو گرفتار کر لیا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ وہی چور تھے جنہوں نے بہت سارا مال چرایا تھا۔ (الطرق الحکمیہ، ص ۴۴۔۴۵)۔

## نظامِ مظالم:

''ظلم'' ایک ناپسندیدہ فعل ہے، اور ایک ایسا وصف ہے جس سے طبعیت سلیمہ اباء کرتی ہے اور فطرت مستقیم انکار کرتی ہے۔

''ظلم'' کے لغوی معنی ہیں۔

"وضع الشئی فی غیر محله"

(اصلاً اور بطور استحقاق جہاں سے جس شئے اور جس امر کو ہونا چاہیئے، وہاں سے اسے ہٹا دینا ظلم ہے۔)
غرض ظلم کی اصل زیادتی، ناانصافی اور حد سے گزر جانا ہے۔
قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ "ان الشرک لظلم عظیم".
روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت بن مسعودؓ اور سلمان نے بیان کیا کہ ظلم سے مراد "المیل عن القصہ" درمیانی راہ سے ہٹ جانا ہے۔
وضو کے بارے میں وارد حدیث میں ہے کہ:
"فمن زاداونقص فقد اساء وظلم".
(یعنی جس نے اضافہ کیا یا کمی اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا۔)
بُرا اس لئے کہ سنت کو ترک کیا اور شریعت کے مقرر کردہ آداب کو ملحوظ نہیں رکھا اور ظلم اس بنا پر ہوا کہ اس نے اپنے آپ کو مسنون عمل کے ثواب سے محروم کر لیا۔
الماوری نے ظلم کے شرعی معنی ان الفاظ میں بیان کئے ہیں:
"وفی الشیریعة عبارة عن التعدی عن الحق الی البا طل وهو الجور وقیل هو التصرف فی ملک الغیر ومجا وزة الحد". (محمد علی تهانوی :اصطلاحات الفنون ، ماده ظلم).
ظلم کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ناانصافی کے ساتھ حق کو چھوڑ کر باطل کا اختیار کرے اور زیادتی کرے۔ کسی نے کہا ہے کہ کسی دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف اور حد سے تجاوز ظلم ہے۔)
مظالم مظلمۃ کی جمع ہے۔ مظلمہ وہ حق ہے جو کسی کا کسی ظالم کے پاس ہو اور وہ اس کے حصول کا مطالبہ کر رہا ہوں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:
"تظلم فلان الی الحاکم من فلا ن فظلمه تظلیما ای الضفه من ظالمه واعا نه علیه " (لسان العرب :ماده ظلم ).
(یعنی اس نے حاکم کے پاس ظلم کی شکایت کی اور حاکم نے اسے اس کے ظالم سے انصاف دلوایا اور ظالم کے خلاف اس کی مدد کی۔

## اصطلاحی تعریف:

الما وردی اور ابو یعلی نے مظالم کی یہ تعریف کی ہے۔ "نظر المظالم هو قود المتظا لمین الی التناصف بالر هبة وزجر المتنا زعین عن التجارحد بالهیبة". (الماوردی .الاحکام السلطانیه الباب السابع: ص ۷۷ مصر الطبعة الثا لثه ۱۹۷۳ ابو یعلی الاحکام السلطانیه الطبعته الثالثه ص ۷۳ ۱۹۷۳).
(ولایت مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جبر اور دبدبے کے ساتھ انصاف کے لئے پیش

کیا جائے اور جھگڑے کے فریقوں کو حکومت کے دبدبہ کے ذریعہ انکار اور گریز سے باز رکھا جائے۔

محمد سلام مذکور نے مظالم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"وهى سلطة قضائية اعلى من سلطة القاضى والمحتسب فهى تنظر من المنازعات مالا ينظره القاضى، بل هى تنظر ظلامة الناس منه، فهى وظيفة ممتزجة من سطوة السلطانيه ونصفة القضاء، وهى فى اصل وضعها داخلة فى القضاء، ويسمى متو ليها صاحب المظالم، وينظر واليها ظلامات الناس من الولاة والجباة واحكام اومن ابناء الخلفاء اوالامراء اوالقضاة. (محمد فاروق النهان. نظام الحكم فى الاسلام، ص ٦٦٧، طبع جامعة الكويت).

یہ ایک عدالتی اختیار ہے جو ایک درجہ میں قاضی اور محتسب کے اختیار سے بالاتر ہے۔ (والی مظالم) لوگوں کے ظلم اور ناانصافیوں کا جائزہ لیتا ہے اور ایسے منازعات کا بھی جائزہ لیتا ہے جس کا قاضی جائزہ نہیں لے سکتا۔ دراصل یہ قضا اور حکومت دونوں کا مرکب منصب ہے۔ اگرچہ یہ اپنی شناخت کے لحاظ سے قضا ہی میں داخل ہے۔ بہرحال اس کے متولی کو "صاحب المظالم" کہا جاتا ہے، جو والیوں، ٹیکس وصول کنندگان، حکام اور خلفاء یا امراء یا قاضیوں کے متعلقین اور ان کی اولاد کی جانب سے ہونے والی ناانصافیوں کا جائزہ لیتا ہے اور ان کا تدارک کرتا ہے۔

شیخ محمد ابوزہرہ کہتے ہیں کہ:

"ولاية المظالم كولاية القضاء وكولاية الحرب، وكولاية الحسبة، جزء مما يتولاه ولى الامر الاعظم، ويقيم فيه نائبا عنه ممن يكون فيه الكفاية والهمة لادائه، ويسمى المتولى لامر المظالم ناظر اولا يسمى قاضيا، وان كان له مثل سلطان القضاء ومثل اجراء انه فى كثير من الاحوال، ولكن عمله ليس قضائيا خالصا، بل هو قضائى وتنفيذى، فقد يعالج الامور الواضحة بالتنفيذ او بالصلح او بالعمل الخير يردبه لصاحب الحق حقه، فهو قضاء احيانا او تنفيذ ادارى أحيانا اخرى". (نظام الحكم فى الاسلام ص ٦٦٧، سليمان الطماوى: السلطات الثلاث ص ٣٤٨، الطبعه الرابعه. القاهره ١٩٧٩ء).

(ولایت مظالم اسی طرح ہے جیسے ولایت قضاء، ولایت حرب اور ولایت حسبہ، یہ ولایت بھی امر عظیم (سربراہ حکومت کا منصب) کا ایک حصہ ہے) اور وہ اس معاملہ میں ایسا شخص اپنا نائب مقرر کرے گا جو باصلاحیت اور باہمت ہو۔ امر مظالم کے متولی کو قاضی نہیں کہا جاتا بلکہ "ناظر" کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا اختیار قضاء کے اختیار کی طرح ہے اور اس کے اکثر اقدامات بھی قضاء جیسے ہوتے ہیں مگر پھر بھی اس کا عمل خالص قضائی (عدالتی) نہیں ہے۔ بلکہ اس کا عمل قضا اور تنفیذ سے ملا ہوا ہے۔ وہ بیشتر واضح امور کو نافذ کراتا، یا مصالحت یا رفاہی عمل کے ذریعہ صاحب حق کو اس کا حق دلواتا ہے جو کبھی قضائی (عدالتی) معاملہ ہوتا ہے اور کبھی انتظامی۔

پروفیسر سلیمان محمد طماوی ولایت مظالم کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"نشات ھذہ الولایۃ تدریجیا، وفیما من خصائص القضاء والتنفذمعا: فوالی المظالم قد یعرض لختم المنازعات التی یعجزعن نظرھا القضاء وقد ینظر فی الاحکام التی لا یقتنع الخصوم بعد التھا،ولکن السبب الاصیل النشاۃ ھذا النظام ،ھو بسط سلطان القانون علی کبار الولاۃ ورجال الدولۃ عن قد یعجز القضاء عن الخضا عھم لحکم القانون." (السلطات الثلاث ص ۴۴۷).

(یہ ادارہ تدریجاً وجود میں آیا ہے۔ اس میں قضاء اور تنفیذ کی ملی جلی خصوصیات موجود ہیں، چنانچہ والیٔ مظالم بسا اوقات ان منازعات کا بھی سد باب کرتا ہے جن پر غور سے قضاء عاجز ہوتی ہے اور بعض اوقات ان فیصلوں کی بھی جانچ پڑتال کرتا ہے جن میں انصاف کی تعمیل سے فریق نزاع مطمئن نہ ہوں۔ اس نظام کی تشکیل کا اصل مقصود ایسے بڑے بڑے حکمرانوں اور حکومت کے عہدے داروں تک کو قانون کی بالادستی کے تحت لے آنا ہے جن کو تابع قانون کرنے سے قضاء عاجز ہو۔

## سنت نبوی سے رفع مظالم کا ثبوت:۔

اللہ سبحانہ نے انسان کی ساخت اور سرشت میں نیکی اور بدی کا شعور پیوست کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جھوٹ، چوری اور ظلم جیسی بعض برائیاں ایسی ہیں جن سے انسان طبعاً متنفر ہوتا ہے اور ان کے تدارک اور استیصال کی سعی کرتا ہے۔

اسلام سے قبل اہل عرب میں جہاں ظلم وستم اور جور وتعدی عام تھا وہاں بیشتر اوقات بعض حساس قلت اس صورت حال پر رنجیدہ بھی ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے سد باب کی عملی سعی وتدبیر بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث طیبہ سے بیس سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ برس تھی۔ (الماوردی الاحکام السلطانیہ ۷۱).

یہ ایک معاہدہ ہے جو تاریخ میں "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے اور عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ہوا تھا۔ جس مین سرداران قریش نے قسمیں کھائی تھیں کہ آئندہ کوئی ظالم کسی مظلوم پر زیادتی نہیں کرے گا۔ (ابن الاثیر، البدایۃ النھایہ ۲/ ۲۹۱، بیروت ۱۹۷۸ء).

اور جو مظلوم شخص مکہ کی سرزمین میں داخل ہو گا وہ اس کی مدد کریں گے۔ (عبدالملک بن ھشام سیرۃ النبی ۱/ ۱۴۵. تحقیقی محی الدین عبدالمحید ،طبع دار الفکر ).

عبداللہ بن جدعان بہت سخی تھا، بہت کثرت سے لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا حتی کہ اس کی یہ کرم نوازیاں جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر شام تک پہنچ گئی تھیں۔ (علی بن برھان الدین الحلی ، السیرۃ الجلیہ ، ۲۱۱ ، بیروت ۱۹۸۰ء).

یہ معاہدہ "عرب فجار" کے چار ماہ بعد ہوا تھا اور عرب کا سب سے معزز مکرم اور قابل احترام معاہدہ تھا۔ (البدایہ المفصل فی ۲/ ۲۹۱).

یہی وجہ ہے کہ قریش نے اس واقعہ کو تاریخ بنالیا تھا۔(جوادعلی تاریخ العرب قبل الاسلام ۸،بیروت الطبقه الثانیه ۱۹۷۸ء)
ایک طرف عرب کے سنجیدہ لوگ لوٹ مار کے واقعات سے پریشان تھے،اور دوسری جانب حرب فجار کا اثر باقی تھا کہ زبیر بن عبدالمطلب نے سرداران قریش کو اس طرح کا ایک عہد کرنے کی دعوت دی۔اور اس کا فوری سبب یہ بنا کر یمن کے علاقے زبید سے ایک شخص سامان تجارت لے کر آیا جو عاص بن وائل نے خریدلیا۔لیکن بعد میں نہ قیمت ادا کی اور نہ سامان واپس کیا۔اس نے اس زیادتی اور ظلم کی قبائلی عرب سے شکایت کی مگر انہوں نے شکایت دور کرنے کے بجائے الٹا اسے ڈرایا اور دھمکایا اور اس پر یہ زبیدی شخص طلوع شمس کے وقت ابوقبیس پہاڑی پر چڑھ گیا۔قریش کے لوگ کعبہ کے گرد اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے اس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔ (البدایۃ۲/۲۹۱)۔

یاآل قصی لمظلوم بضاعته ببطن مكة نائی الدار و النفر
والشعت محرم لم تقض حرمته بين المقام و بين الحجر
اقائم من بنی سهم بذمتهم اوذاهب فی اضلال مال معتعمر

اے آل قصی اس مظلوم کی امداد کرو جس کا مال مکہ میں ہے وہ اپنے گھر اور رشتہ داروں سے بہت دور ہے مقام ابراہیم اور حجر اسود اور حرم کے درمیان بغیر احرام کھولے پراگندہ حال کھڑا ہے۔کیا بنی سہم میں سے کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگا؟ یا ایک عمرہ کرنے والے کا مال یونہی برباد جائیگا۔

اس کے بعد ایک اور واقعہ ہوا۔قیس بن شیبہ سلمی نے اپنا مال ابی بن خلف کے ہاتھ فروخت کیا وہ مال دبا بیٹھا اور قیمت دینے سے انکار کردیا اس نے بنی جمع کے ایک شخص سے اعانت چاہی۔اس نے اعانت نہ کی تو قیس نے یہ شعر کہا۔(بحر رجز)۔

یاال قصی کیف هذا فی الحرم وحرمة البیت واحلاف الكرم
اظلم لا یمنع عنی من ظلم

اے آل قصی حرم اور بیت محترم اور شرافت کے حلیفوں میں یہ کیا بات ہے۔کہ مجھ پر ظلم ہوا اور کوئی ظالم کی خبر نہ لے۔

ان كام جارک لم ینفعک ذمة دقه شربت بكاس الذل انضاسا
فات البیوت وکن من اعلها صدا لاتلق تادیبهم فحشا ولا. باسا
ومن یکن بفناء البیت معتصما یلق ابن حرب ویلق المرء عباسا
قومی قريش با خلاق مكملة بالمجه والحزم ماعشاو ماساسا
ساق الحجيع وهذا اناشر فلج والمجد يورث اخماساو اسه اسا

(اگر پڑوسی کا عہد تیرے لئے نافع نہ ہوا،اگر تجھے ذلت کے گھونٹ پینے پڑے تو ان گھر والوں کو دیکھ جن کو معاشرت میں تو بدکلامی

یا خوف نہ پائے گا جو شخص بیت اللہ کے صحن میں آکر سہارا ڈھونڈے گا۔اس کو ابن حرب اور عباس جیسا مرد ملے گا۔میری قوم قریش حصائل حمیدہ سے مکمل ہے جیتے جی اور جب تک سرداری کرے گی۔شرافت اور احتیاط سے کام لینے والی ہے حاجیوں کی ساقی ہے اور یہ ایک مشہور عزت ہے۔شرافت کسی کو میراث میں پانچواں حصہ ملتی ہے کبھی چھٹا۔)

ابوسفیان اور عباس بن عبدالمطلب نے کوشش کر کے اس کا مال واپس دلا دیا۔(**الماوردی الاحکام السلطانیہ ، ص ۷۸ ، ۷۹**).

اس واقعہ کے بعد بنو ہاشم بنو زہرہ اور بنو تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ مکہ کے مظلوموں کی دادرسی کریں گے، کمزوروں اور مسکینوں کی مدد کریں گے اور ان کے حقوق کی حفاظت کریں گے اور جو شخص کسی کا مال لے لے گا تو اس کا مال واپس دلوائیں گے۔(**تاریخ العرب قبل الاسلام ۸۶/۴،۸۷،ابن سعد ، الطبقات الکبری ۱ /۱۶۸/بیروت** ).

چونکہ یہ دادرسی ، انصاف کی فراہمی ،عدل گستری اور اصلاح احوال کی عملی صورت تھی ،اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خوشی اور مسرت کے ساتھ شرکت فرمائی ،اور بعد میں بھی آپ اس کا ذکر فرما کر کہتے کہ:

**"لقد شهدت فی دارعبدالله بن جدعان حلف الفضول مالورعیت لاجیب وما احب ان لی به حمرز النعم".**

**(تاریخ العرب قبل الاسلام ۸۶/۴،۸۷،ابن سعد ، الطبقات الکبری ۱ /۱۶۸/بیروت ).**

میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف الفضول کے معاہدے میں شریک ہوا تھا۔(یہ ایسا عہد تھا کہ ) اگر مجھے اب بھی اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں اور اسے بدلے میں سرخ اونٹ بھی لینا پسند نہ کروں حلف الفضول کے واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل شرکت فرمائی تھی ،مگر نبوت کے بعد آپ نے اس کا ستائشی الفاظ میں ذکر فرمایا اس لئے اس واقعہ کو تشریعی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی صحابہ کرام کے درمیان فیصلے فرمایا کرتے تھے۔اس وقت مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے پر اعتداء اور ظلم کا تصور تک نہ تھا۔زندگی سادہ تھی اور مسلمانوں میں معاشرتی اور قانونی مساوات تھی اور ان کی زندگیوں میں باہم کوئی فرق نہیں تھا۔

اس لئے منظم صورت میں ''ولایت مظالم'' وجود میں نہیں آئی تھی۔صحابہ کرام ہر طرح کے فیصلوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اگر کہیں پر کوئی زیادتی ہوتی تھی تو آپ اس کا تدارک فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رفع مظالم'' کے سلسلے میں متعدد مواقع پر زبانی بھی تلقین فرمائی اور عملاً بھی ظلم کا سدباب کیا۔حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**"انصر اخاک ظالما اومظلوما قالوا یارسول الله صلی الله علیه وسلم هذا ننصره مظلوما فکیف ننصره ظالما قال تاخذ فوق یدیه".**

(اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کی مدد کرنا تو درست مگر ہم ظالم کی کس طرح مدد کریں، آپ نے فرمایا کہ اس کے دونوں ہاتھ پکڑلو)۔

رفع مظالم کی ایک واضح مثال عبداللہ بن زبیر کا واقعہ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

"عن عبدالله بن الزبير انه حدثه ان رجلا من الانصار خاصم الزبير عند النبي صلى الله عليه وسلم في شراج الحرة التي يسقون بما النخل فقال الانصاری شرج الماء يمر فابی عليه فاختصما عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم للزبير اسق يازبير ثم ارسل الماء الیٰ جارک فغضب الانصاری فقال ان كان ابن عمتک فتلو ن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال اسق يازبير ثم اجس الماء حتى يرجع الى الجد رفقال الزبير والله انی لاحسب هذالاية نزلت فی ذالک فلاوربک لايؤمنون حتى يحكموک فيما شجر بينهم". صحيح البخاری بحاشيه السندی ، انمساقاة ، باب شرب الاعلیٰ الی العكبين، ۲/۵۲ ، بيروت). سنن ابی داؤد ،الا قضية ، ابواب من القضاء ، ۲/۱۲۳ بيروت .سنن النسائی بشرح السيوطی ، الا قضية، الرخصة للحاكم الامين ، ۸/۲۳۸ ، الطبة الاولیٰ ، ۱۹۳۰ ء بيروت ، مسنداحمد بن حنبل ۵/۴ .طبع بيروت سنن ابن ماجه ، مقدمه ، ص ۳،طبع كراچی).

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زبیر بن عوام سے حرہ کی ندی میں جھگڑا کیا۔ جس کا پانی (مدینہ کے لوگ) کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے۔ انصاری (زبیر سے) کہنے لگے پانی کو بہنے دو (روکتے کیوں ہو) زبیر نے نہ مانا پھر دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے زبیر سے فرمایا اے زبیر اپنے درختوں کو پانی پلا لے۔ پھر اپنے ہمسایہ کی زمین میں پانی چھوڑ دے۔ یہ سن کر انصاری غصے ہوا کہنے لگا کیوں نہیں، زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ فرمایا اے زبیر اپنے درختوں کو پانی پلا، پھر روک رکھ، یہاں تک منڈیروں تک بھر آئے زبیر نے کہا قسم خدا کی میں سمجھتا ہوں۔ (سورہ نساء) کی ہی آیت (قسم تیرے مالک کی، ان کا ایمان پورا نہ ہوگا جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں۔ اسی بارہ میں نازل ہوئی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ اہتمام فرمایا کہ اگر کسی پر کسی نے کوئی زیادتی کی ہے تو اس کی تلافی کر دی جائے بلکہ متعدد مواقع پر سرکار دو عالم نے اپنی ذات اطہر کو بدلہ کے لئے پیش فرمایا۔ اس سلسلے کے کئی روح پرور اور ایمان افروز واقعات عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں "باب قودالنبی من نفسہ" میں بیان کئے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/ ۶۵ . ۷۰).

ان میں سے بعض واقعات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"عن ابی سعيد الخدری قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من منزلة يريد الصلاة ، فاخذ رجل بزمام

ناقة، قال حاجتي يارسول الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعني فستدرك حاجتك ففعل ذالك، ثلاث مرات والرجل يابى، فرفع النبي صلى الله عليه وسلم السوط فضربه، وقال دعني ستدرك حاجتك فصلى بالناس، فلما فرغ قال أين الرجل الذى جلدت انفا ؟ قال . فنظر الناس بعضهم الى بعض وقالوا من هذالذى جلده رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء الرجل من آخر الصفوف، فقال اعوذبالله من غضب الله وغضب رسول فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ادن فاقتص فرمى اليه بالسوط، قال بل اعفو، قال او تعفو فقال انى قد عفوت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسي بيده لا يظلم مؤمن مومنا، فلا يعطيه مظلمة في الدنيا الا انتقم الله له من يو القيامة، قال فقال ابو ذريانبي الله اتذكر ليلة كنت أقودبك الراهلة فاذا قد نتها ابطات، واذا سقتها اعترضت، وانت ناعس عليها، فهففت رأسك بالمخففة، وقلت اليك اياك القوم قال نعم قال فاستقه مني يارسول الله صلى الله عليه وسلم قال بل اعفواقال بل استقدمني احب الى قال فضربه النبي صلى الله عليه وسلم ضربة بالسو ط رايته يتصور منها ."

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فرودگاہ سے نماز کے لئے باہر تشریف لائے، ایک شخص نے آپ کی ناقہ کی زمام پکڑ لی، اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک حاجت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت مجھے چھوڑ دو تمہاری ضرورت پوری کردی جائے گی۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی مگر وہ شخص نہ مانا۔ آپ نے اپنا کوڑا اٹھایا اور اسے مار دیا اور فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ نے استفسار فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جسے میں نے ابھی کوڑا مارا تھا۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور پوچھنے لگے کہ وہ کون صاحب ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی کوڑا مارا تھا۔ وہ شخص صفوں کے آخر میں سے آیا اور اس نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لو قریب آجاؤ اور اپنا بدلہ لے لو۔ اور آپ نے اپنا کوڑا اس کی طرف پھینک دیا۔ اس نے کہا کہ جی نہیں۔ میں نے معاف کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم معاف کردو گے؟ اس نے کہا میں نے معاف کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ وہ دوسرے اہل ایمان پر کوئی زیادتی کرے اور پھر دنیا ہی میں اپنی اس زیادتی کی تلافی نہ کرے۔ الا یہ کہ اللہ ضرور روز قیامت اس سے اس کا بدلہ لے گا۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی، کیا آپ کو یہ شب یاد ہے جب میں آپ کی سواری لے کر جا رہا تھا جب میں اس کو کھینچتا تھا تو وہ رک جاتی تھی اور جب میں اسے پانی پلانا چاہتا تھا تو وہ پانی نہیں پیتی تھی۔ اور آپ اس پر نیم خوابیدہ حالت میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کے سر کو چھڑی سے چھو کر کہا تھا کہ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، اس پر ابوذ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیجئے پھر آپ مجھ سے بدلہ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں

میں معاف کرتا ہوں۔ابوذر نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے بدلہ لے لیں یہی مجھے پسند ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادل ناخواستہ حضرت ابوذر کو کوڑا مارا۔

"عن الحسن ان النبی صلی الله علیه وسلم لقی رجلاً تضباً بصفرة ، وفی یدالنبی صلی الله علیه وسلم جریدة فقال النبی صلی الله علیه وسلم حط ورس ، قال فطعن بالجدیدة فی بطن الرجل ، وقال الم انهک عن هذا؟ قال فأتر فی بطنه وما ادماها ، فقال الرجل القود یارسول الله فقال الناس امن رسول الله صلی الله علیه وسلم تقتص ؟ فقال مابشرة أحد فضل الله علی بشرتی ، قال فکشف النبی صلی الله علیه وسلم عن طبنه ، ثم قال اقتص، فقیل (الرجل بطن) النبی صلی الله علیه وسلم ،وقال ادعها لک تشفع لی (بها) یوم القیامة."

(حضرت حسن سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس نے صفرہ (پیلا) خضاب لگایا ہوا تھا۔اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی۔آپ نے اس سے کہا کہ یہ''درس (پیلا رنگ) ہٹادو اور آپ نے وہ شاخ اس کے پیٹ میں چبھو دی جس سے اس کے پیٹ پر نشان پڑ گیا مگر خون نہیں نکلا۔اس پر اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ۔لوگوں نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بدلہ لوگے۔اس پر اس نے کہا کہ اللہ نے کسی بھی شخص کی جلد کو میری جلد پر فضیلت نہیں دی ہے۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بطن مبارک کھول دیا۔اور فرمایا کہ لو بدلہ لے لو۔اس پر اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کا بوسہ لے لیا اور کہا کہ میں یہ آپ کے لئے چھوڑتا ہوں کہ روز قیامت یہ میری شفاعت کرے۔

"حدثنا حفص ابن میسرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج یوما عاصباً راسه بعصا بة حمراء، متکئا. اوقال معتمداً ، علی الفضل ابن عباس فقال الصلاة جامعة فاجتمع الناس فصعدالمنبر وقال أحمد الیکم الله الذی لا اله الا هو ، وقد نامنی حقوق من بین اظهر کم فمن شتمت له عرضاً فهذا عرضی فلیستقد منه ومن اخذت له ما لا فهذا مالی فلیناً خذمنه ،ولا یقولن احدکم انی اتخوف الشحناء من رسول الله صلی الله علیه وسلم الا وانها لیست من طبیعتی ولا من خلقی وان احبکم الی من اخذ حقا ان کان له او حللنی ،فلقیت ربی وانا طیب النفس فقام رجل فقال انا اسالک ثلاثة دراهم فقال من این ؟ قال اسلفتکم یوم کذافا مرا الفضل بن عباس ان یقضیها ایا ه ''.

(حفص بن میسرۃ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے سر پر سرخ پٹی باندھی ہوئی تھی اور فضل ابن عباس کا سہارا لیا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا، نماز تیار ہے،لوگ جمع ہو گئے۔آپ ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔اور آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اس ذات واحد کی ستائش بیان کرتا ہوجس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تمہارے درمیان رہ کر مجھ سے کچھ حقوق متعلق ہو گئے ہوں گے۔اگر میں نے کبھی کسی کی عزت وناموس پر کوئی حرف زنی کی ہوتو وہ میری عزت وناموس سے اپنا بدلہ لے لے۔اگر میں

نے کسی کی پشت پر ضرب لگائی ہو تو وہ میری پشت پر ضرب لگا کر اپنا بدلہ لے لے اور جس کسی سے میں نے کوئی مال لیا ہو میرا مال حاضر ہے وہ اس میں سے لے لے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے ڈرتا ہوں۔ سمجھ لو کہ یہ میرا مزاج نہیں ہے اور نہ ہی یہ میرا اخلاق ہے۔ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب شخص وہی ہوگا جو مجھ سے اگر کوئی اس کا حق ہو تو وہ لے لے یا مجھے وہ حق معاف کر دے۔ تاکہ جب میں اپنے رب سے ملاقات کروں تو میں خوش دلی کے ساتھ ملاقات کروں۔ اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں آپ سے تین درہم مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ میں نے فلاں وقت قرض دیئے تھے۔ اس پر آپ نے فضل بن عباس کو حکم دیا کہ وہ اسے ادا کر دیں۔)

(جاری ہے......)


## نرخنامہ برائے اشتہارات

## بین الاقوامی معیار کا تحقیقی سہ ماھی مجلہ

" المباحث الاسلامیہ (اردو) "

## Ret List for Advertisement

## Quarterly International Magazine

## "ALMUBAHIS-UL-ISLAMIA"

(1) آخر صفحہ رنگین......4000 روپے (2) اندورن آخر صفحہ رنگین.......3000 روپے

(3) اندرون صفحہ اول رنگین......3,000 روپے (4) مکمل صفحہ سادہ.........1500 روپے

(5) آدھا صفحہ سادہ........1000 روپے (6) ایک تہائی صفحہ سادہ.......500 روپے

یہ پاکستان اور دنیا بھر کے لائبریریوں کا واحد منتخب اسلامی تحقیقی مجلہ ہے۔

اپنے کاروبار کی تشہیر کے لئے سہ ماہی مجلہ ''المباحث الاسلامیہ (اردو)'' میں اشتہار دے کر ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بنیں۔

برائے رابطہ: دفتر جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

فون: 0928-331353 فیکس: 0928-331355

ای میل almubahisulislamia@yahoo.com